SHEHRI

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا ساگروہ جو شعور رکھتا ہو' وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے... مارگریٹ میڈ

شہری

برائے بہتر ماحول

جنوری تا اپریل 2002ء

اندرونی صفحات پر

- تعمیراتی قوانین کی خلاف ورزی
- پانی کی فراہمی
- شہری سیمینار
- عورتوں کا عالمی دن

کراچی کا ساحلی ماحول: کیا فنا پذیر ہے؟

مشرقی کھاڑیوں کی زمین کی ناجائز اور غیر قانونی الاٹمنٹ کراچی ہاربر پر تباہ کن منفی معاشی اور ماحولیاتی اثرات کا باعث ہوگی

ساحلی علاقے کے ماحول کی ترقی اور اصولوں کی بنیاد بعض پائیدار اصولوں پر ہے جیسے لفظ ''ماحول'' کی تشریح اور وضاحت کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے اس کی ترجمانی مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ ماحول کی وضاحت ایک ایسا علاقہ ہوسکتا ہے جو انسانوں کے گرد ہو، اور اس ماحول میں نہ صرف فطری ماحول شامل ہے بلکہ آفات کا تدارک اور آسانیاں بڑھانے کے لئے انسانوں کے تخلیق کردہ ڈھانچے اور نظام بھی شامل ہیں۔

ساحلی علاقے منفرد اور بے بدل ماحولیاتی نظاموں کے حامل ہیں۔ بیک وقت انسان ساحلی علاقوں کو نقل و حمل کی سرگرمیوں۔ ذرائع اور توانائی پہنچانے، صنعتی استعمال اور تفریح کے لئے حد درجہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ساحلی علاقے اندرون ملک آفات کے خلاف اولین دفاعی خطوط ہیں۔ مختصراً یہ کہ ان کے تین عملی پہلو یعنی ماحولیاتی خدمات کی فراہمی، آفات کا تدارک اور انسانی استفادہ ہیں۔ جو ساحلی علاقوں سے انسانی رشتے کا حصہ ہیں ان میں ہر پہلو ایک دوسرے سے مبہم انداز میں پیوستہ ہے۔ نتیجے میں انسانوں کو مجموعی طور پر ساحلی علاقے کے ان تین حقائق کا انتظام کرنا اور انہیں مانیٹر کرنا چاہئے تاکہ ساحلی علاقے سے انسانی رشتے کی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے کو یقینی بنایا جاسکے۔ بدقسمتی سے ساحلی علاقے انسانی سرگرمیوں کے شدید حملے کے تحت متذبذب ہیں۔ دنیا بھر میں بیشتر ساحلی علاقے حد سے زیادہ بھری ہوئی۔ حد سے زیادہ ترقی یافتہ اور حد سے زیادہ استحصال شدہ ہیں۔

(دائیں) انڈس ڈیلٹا کو مصنوعی سیارے کے ذریعے لیا گیا فوٹو
(بائیں) چنا کریک۔ کراچی کی مشرقی کھاڑی کا حصہ

انڈس ڈیلٹا کی کھاڑیاں

- کاجھار کریک
- سرکریک (یہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ساحلی سرحد بناتی ہے)
- واری کریک
- ڈبو کریک
- واڈی کھڈی کریک
- کورنگی کریک
- چنا کریک
- کلفٹن کریک
- گذری کریک
- نانگو کریک
- گھورو کریک
- کھڈی کریک
- پکی بندر کھڈی کریک
- چھار کریک
- موٹنی کریک
- سیسا کریک

شہری

جی 206 بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔75400، پاکستان
ٹیلی فون/فیکس 92-21-453-0646
E-mail: Shehri@onkhura.com
(Web site) URL:http://www.onkhura.com/shehri

ایڈیٹر : بینا صدیقی
انتظامی کمیٹی:
چیئر پرسن : خطیب احمد
وائس چیئر پرسن: ایس رضا علی گردیزی
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : فاروق فضل
ارکان : نوید حسین، رونالڈ ڈی سوزا
قاضی فائز عیسیٰ
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : مسز منصور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: محمد ریحان اشرف
شہری ذیلی کمیٹیاں:
آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ: دانش آذر زوبی، حمیر الرحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط: حمیر الرحمٰن، حسن جعفری، فرحان انور
قانون: قاضی فائز عیسیٰ، امبر علی بھائی، رونالڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا، خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
اسلحہ سے پاک معاشرہ : نوید حسین، قاضی فائز عیسیٰ
مالی حصول : تمام ارکان
ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔
ایڈیٹر/ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
لے آؤٹ اور ڈیزائن: زیڈ یو لالہ
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونیکیشن (IPC)
مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن: IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

ساحلی آبی علاقے بہت زیادہ پیداواری ماحولیاتی نظام ہیں۔ ہیکٹر کے ہیکٹر آبی علاقے اعداد اور تنوع دونوں میں بہت زیادہ جنگلی حیات پیدا کرتے ہیں اور زمین پر کسی اور جائے سکونت کے مقابلے میں یہاں اولین پودوں کی افزائش زیادہ ہوتی ہے۔ یہ گاد کو مقطر کرتے ہیں اور آلودہ عناصر کو بہا دیتے ہیں اور بیش بہا غذائی اجزاء کو اکٹھا کر لیتے ہیں یہ زمین اور سمندر کے درمیان حفاظتی علاقوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ یہ ہزارہا اقسام کی مچھلیوں اور جھینگوں کے لئے انڈے دینے۔ان کی افزائش اور غذا کے لئے اہم جگہیں مہیا کرتے ہیں۔

ماہرین حیاتیات دلدلی جنگلات کو زمین پر بہت زیادہ پیداواری اور از روئے علم حیات گوناگوں آبی علاقوں میں سے ایک سمجھتے ہیں، جو 2 ہزار سے زیادہ اقسام کی مچھلیوں، بے ریڑھ کی ہڈی کے جانور اور ہوائی جڑوں والے پودوں کے لئے جائے سکونت فراہم کرتے ہیں۔ان کی جڑوں کے علاقے اسفنج، عیالی کیڑے، سخت چھلکے دار آبی حیات مثلاً جھینگے، کیکڑے وغیرہ کے لئے پناہ گاہ فراہم کرتے ہیں ساتھ ہی سمندری کائی وگھاس ان

یہ کھاڑیاں مچھلی اور جھینگے کی افزائش کے علاوہ مہاجر پرندوں اور کچھوئوں کے لئے نرسری کا کام کرتی ھیں

کے غیر متحرک علاقے متنوع اقسام کے کیکڑوں اور چھوٹے جانوروں کے لئے جائے سکونت تخلیق کرتے ہیں ان کے سائبان سینکڑوں اقسام کے پرندوں کو پناہ دیتے ہیں اور ان کی کھاڑیاں دودھ پلانے والے سمندری جانوروں کی پناہ گاہ ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق نمک کو برداشت کرنے والے تقریباً 80 اقسام کے دلدلی درخت اور پودے دنیا بھر میں تقریباً 24 ملین ہیکٹر رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔

پاکستان کا ساحل تقریباً 1050 کلومیٹر طویل ہے، جس میں سے 700 کلومیٹر بلوچستان اور بقیہ سندھ میں ہے۔ تقریباً 2 ملین مچھیرے اس ساحلی علاقے سے اپنا روزگار کماتے ہیں۔ سندھ کی ساحلی پٹی دریائے سندھ، سندھ کے ڈیلٹا کے حصے سے بھی بنتی ہے۔ یہ ایک عام پنکھے کی شکل کا ڈیلٹا ہے جو قراقرم اور ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں سے دریائے سندھ کے ساتھ بڑی مقدار میں بہہ کر آنے والی مٹی سے بنا ہے۔موجودہ ڈیلٹا تقریباً چھ لاکھ ہیکٹر پر پھیلا ہوا ہے اور 17 بڑی کھاڑیوں، چھوٹی کھاڑیوں، مٹی کی ہموار سطح اور جھالردار دلدلی درختوں کے باعث مشہور ہے، سندھ ڈیلٹا کے دلدلی جنگلات دنیا بھر میں اس لئے منفرد ہیں کہ یہ خشک آب وہوا کے سب سے بڑے علاقے کے دلدلی جنگلات ہیں۔

ایسا ہی ایک علاقہ ماحولیاتی اور معاشی اہمیت کا حامل ہے۔مثلاً دلدلی جنگلات مشرقی کھاڑیاں (بشمول چائنا کریک اور مائی کلاچی کا علاقہ) جو کراچی کے ساحلی علاقوں کا حصہ ہیں اور قیمتی آبی علاقوں کے ذرائع کو برقرار رکھے ہوئے ہیں لیکن اب اسے تباہی سے خطرہ ہے۔ ذیل میں واقعات کا سلسلہ ملاحظہ کیجئے۔ وہ علاقہ جو مداخلت سے پاک تھا اب وہاں تعمیرات ہوگئی ہیں اور جن فریقین نے اہم کردار ادا کیا وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

کراچی پورٹ ٹرسٹ (کے پی ٹی) کراچی کی بندرگاہ کا انتظام سنبھالنے کی ذمہ دار ہے جو پاکستان کی سب سے بڑی اور اہم بندرگاہ ہے اور جہاں سے ملک کی 90 فیصد برآمدات اور درآمدات ہوتی ہیں۔ یہ بندرگاہ پاکستان کی بحری افواج کا بھی اڈہ ہے۔ یہ پاکستان سے باہر جانے والی مچھلی کی تمام برآمد کا بڑا مرکز بھی ہے۔ کے پی ٹی کے اپنے

چنا کریک

کراچی کی بندرگاہ کی تعمیر 1843ء میں ہوئی تھی۔ مشرقی اور مغربی کھاڑیوں کی ساحلی جھیلیں اس وقت سے اس کا لازمی اور اٹوٹ حصہ ہیں۔ چنا کریک کراچی کی بندرگاہ کا مرکزی دھارا یا راستہ ہے یہ ایک قدرتی کھاڑی ہے اور سندھ ڈیلٹا کی 17 کھاڑیوں میں سے ایک ہے۔ بندرگاہ کی قدرتی صفائی کی بنیاد پانی کی حرکی قوت کے نظام پر ہے اور مشرقی کھاڑیوں کی ساحلی جھیل اس میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے اور بندرگاہ کے یہ پہلو آج تک نہیں بدلے۔

انتظام کا دلدلی جنگلات کے ایک بڑے رقبے پر کنٹرول ہے مثلاً مغربی کھاڑیاں جو وسیع سندھ ڈیلٹا کا ایک حصہ ہیں۔ کے پی ٹی کی بہت سی ذمہ داریاں/مفادات بھی ہیں جو بندرگاہ کی حدود کے اندر بندرگاہ کی سرگرمیوں کے علاوہ ہیں۔ اس کی حدوں کے اندر ملی جلی نوعیت کی سرگرمیوں کے اکٹھا ہو کر ناقابل قبول آلودگی کی سطحوں کو تخلیق کیا ہے۔

کراچی کی بندرگاہ کی حدود کا اعلان 1857-1887ء اور پھر 1940ء اور آخر میں 5 اکتوبر 1991ء کو ایس آر او 307 (کے ای) 91 کے ذریعے کیا گیا۔ مشرقی کھاڑیوں کی ساحلی جھیل کا رقبہ تقریباً 3000 ایکڑ ہے اور حقیقتاً شہری علاقوں سے گھرا ہوا ہے۔ کیماڑی کی ڈسٹرکٹ اس کے جنوب مغربی کونے پر ہے کراچی کی بندرگاہ کا مشرقی گھاٹ کا علاقہ مغربی حد بندی کرتا ہے۔ کراچی کا شہری مرکز بذات خود شمالی حد بندی کرتا ہے اور کلفٹن کا ضلع جنوب مشرق میں واقع ہے۔ ساحلی جھیل کی یہ کھاڑی دلدلی جنگلات پر قائم ہے اور یہ دلدلی جنگلات ایوسینیا مارینا کے باعث برقرار ہے۔ یہ آبی علاقہ بندرگاہ کا اہم حصہ ہے اور کھاڑیوں کے ایک اہم اور نمایاں گروپ کا ایک حصہ بناتا ہے جہاں متنوع اقسام کی آبادیاں موجود ہیں۔ یہ کھاڑیاں بہت اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ یہ تجارتی مچھلی اور جھینگے کی افزائش گاہوں کے ساتھ ساتھ دلدلی جنگلات، مہاجر پرندوں اور کچھوؤں کے لئے نرسری کے فرائض سرانجام دیتی ہیں۔

پاکستان میں سرکاری حکام اور سیاستدانوں نے گزشتہ برسوں میں ایک کلچر تخلیق کیا ہے جو زمین پاکستان کے شہریوں کی ہے اسے سیاسی رشوت کے طور پر چند افراد کے فائدے کے لئے فروخت کر دیا جاتا ہے۔ قوانین کو توڑا جاتا ہے اور شہریوں کے بنیادی حقوق کی پامالی کی جاتی ہے۔ یہ اعمال معاشی نقصان، کھلی جگہوں اور تفریحی پلاٹوں کے خاتمے کے باعث بنتے ہیں۔ انہوں نے شہر کے شہری اور ساحلی ماحولیات کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ کراچی کی بندرگاہ اور پورٹ قاسم بھی ان کی وجہ سے ریت سے اٹ گئے ہیں چنانچہ ملک کی معاشی زندگی کو دیکھتے ہوئے ساحلی ماہی گیری کی صنعت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا جس پر 2 ملین افراد کے روزگار کا انحصار ہے۔

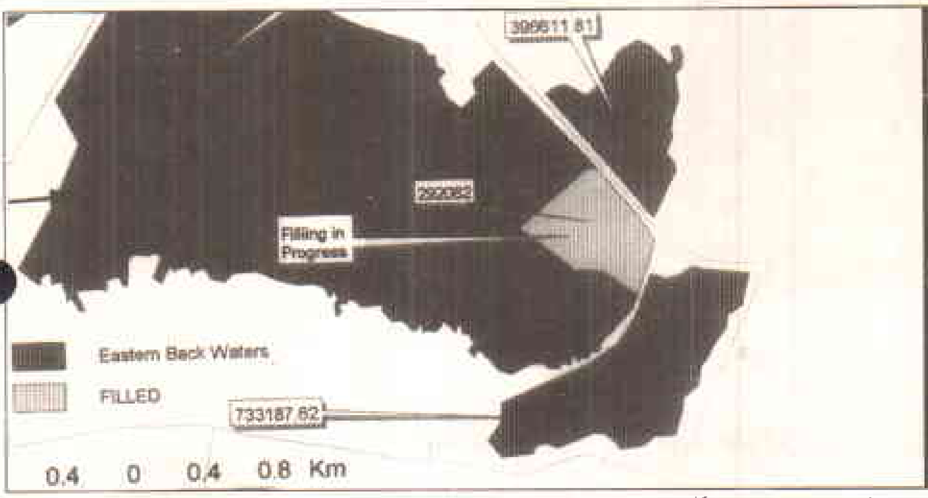

مشرقی کھاڑیوں میں منصوبہ بندی کے بغیر سمندر سے زمین کے حصول کو فوری روکا جائے

15 مئی 1989ء کو اس وقت کے وزیراعلیٰ سندھ نے وزیراعظم کو لکھا کہ کے پی ٹی کو ہدایت کی جائے کہ وہ مائی کلاچی میں 175 ایکڑ زمین حکومت سندھ کو منتقل کر دے تاکہ رہائش کی کمی کے مسئلہ پر قابو پانے کے لئے 500/400 مربع گز کے 300 پلاٹ تخلیق کئے جائیں اور شہر کو خوبصورت بنایا جائے۔ اس سے وسیع پیمانے پر رشوت ستانی اور بدعنوانی کے ایک عمل کا آغاز ہوا اور علاقے میں زمین کی دھاندلیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

تقریباً اسی وقت کے پی ٹی نے بھی اپنے بدعنوان اور ناجائز اعمال کے ذریعے اپنی کراچی پورٹ ٹرسٹ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کے اراکین کو فائدہ پہنچایا۔ انہوں نے غیر قانونی طور پر 130 ایکڑ کے پی ٹی او سی ایچ ایس کو الاٹ کر دیا۔ انہوں نے یہ کام کسی ای آئی اے کے بغیر کیا۔ انہوں نے زمین کا کوئی سروے نہیں کرایا۔ اور نہ ہی معاشی اور ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لیا۔ جو

کچھ تلخ حقائق

- کے پی ٹی آفیسرز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی (کے پی ٹی او سی ایچ ایس) اسکیم نے ٹاؤن پلاننگ کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کی ہے۔
- 99 برس کی لیز میں توسیع کے پی ٹی ایکٹ سیکشن 18(ii) کے برخلاف ہے۔
- جس غیر قانونی اور خفیہ طریقے پر ان کھاڑیوں سے زمین حاصل کی گئی ہے اس سے کراچی کے شہریوں کے ان بنیادی حقوق کی پامالی ہوئی ہے جن کی آئین کی دفعات 9-14-23 اور 25 کے تحت ضمانت دی گئی ہے۔ انہیں آئین کی دفعات 37 اور 38 کے ساتھ مطالعہ کریں۔ عدالتیں اپنی آئینی حدود کو استعمال کرتے ہوئے ان کی تعمیل کرا سکتی ہیں۔

بندرگاہ اور اس کی پانی کی حد کی قوت کے نظام اور مینگروز کے نازک ماحولیاتی نظام پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

یہ 130 ایکڑ زمین کے پی ٹی او سی ایچ ایس کو 25 برس کے لئے کے پی ٹی ایکٹ 1886ء کے (u/s18(ii کے تحت لیز پر دی گئی۔ اس لیز کی مزید تجدید 99 برس کے لئے کردی گئی جس کے لئے قانون کی روح اور نیت کی خلاف ورزی کی گئی۔ آئین کی دفعہ 9 کے برخلاف معاشی اور ماحولیاتی مضمرات کا بھی خیال نہیں رکھا گیا۔ اس کے علاوہ کراچی پورٹ میں گاد کے جمع ہونے کے نقصان دہ اثرات کو بھی نظر انداز کردیا گیا۔

1989ء سے 2001ء کے عرصہ 12 برس کے دوران اخبارات نے اس ابتر معاشی اور ماحولیاتی مسئلے پر بہت سے متعلقہ مضامین شائع کئے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ اس تمام عرصے کے دوران وفاقی اور سندھ کے ماحولیاتی تحفظ کے ادارے اس وقوع پذیر ماحولیاتی تباہی کی تفتیش میں ناکام رہے حالانکہ یہ ان کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ ہر اس سرگرمی کے خلاف اقدامات اٹھائیں اور اس پر نظر رکھیں جس کا نتیجہ ماحولیاتی بربادی کی صورت میں نکلے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ کے پی ٹی نے ای آئی اے مطالعے کے لئے ابتدائی قدم اٹھایا، جس پر ملک کا خاصا سرمایہ صرف ہوا تھا۔ 25-2-1996 کو اس مطالعے میں سفارش کی گئی کہ مشرقی کھاڑیوں میں منصوبہ بندی کے بغیر ہونے والی سمندر کی تہہ کی صفائی اور سمندر سے زمین کے حصول کو فوری طور پر روکا جائے۔

یہ محسوس کیا گیا ہے کہ مشرقی کھاڑیوں کی یہ ناجائز اور غیر قانونی الاٹمنٹ کراچی ہاربر پر تباہ کن منفی، معاشی اور ماحولیاتی اثرات کا باعث ہوگی۔ کے پی ٹی اور حکومت سندھ کے درمیان اس سازش کے نتیجے میں پاکستان نیوی کی سرگرمیوں میں بھی رکاوٹ پیدا ہوسکتی ہے۔

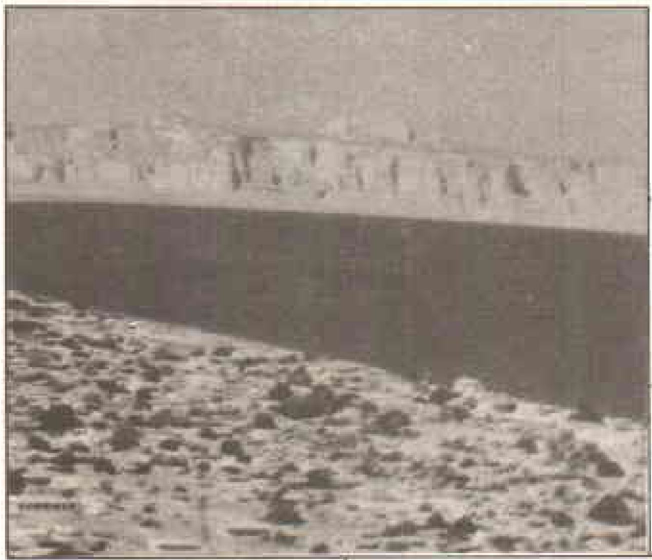

پاکستان کا ساحل تقریباً 1050 کلومیٹر طویل ہے، جس میں سے 700 کلومیٹر بلوچستان اور بقیہ سندھ میں ہے، تقریباً 20 لاکھ مچھیرے اس ساحلی علاقے سے اپنا روزگار کماتے ہیں سندھ کی ساحلی پٹی دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے حصے سے بنتی ہے

سرکاری اہلکار اس طریقے پر قواعد و ضوابط کو نرم کرنے کے مجاز نہیں ہیں اور سندھ کی حکومت نے عظیم عوامی مفاد کے خلاف چند افراد کو غیر ضروری فائدہ پہنچانے کے لئے غیر قانونی اور ناجائز قدم اٹھایا ہے۔

مزید یہ کہ انہوں نے کراچی کی بندرگاہ کے پانی کے حد کی قوت کے نظام اور مشرقی کھاڑیوں کے ذیلی نظام کو مکمل تباہ کرنے، سمندر کو پاٹ کر زمین حاصل کرنے اور سمندر کی تہہ کی صفائی کرنے کے لئے وقت کے حصول کی خاطر غیر سنجیدہ و فضول دعوے اور درخواستیں داخل کر کے قانونی نظام کا غلط استعمال جاری رکھا ہے۔

اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ مشرقی اور مغربی کھاڑیوں کو کراچی کی بندرگاہ کا لازمی حصہ قرار دیا جائے اور انہیں چند نجی افراد کے فائدے کے لئے فروخت یا زمین کے حصول کے لئے استعمال نہ کیا جائے بلکہ انہیں صرف شہریوں کے فائدے اور بندرگاہ کی متعلقہ سرگرمیوں کے لئے استعمال کیا جائے۔

کھاڑیوں کو محفوظ علاقہ قرار دیا جانا چاہئے اور حال ہی میں ہونے والی تمام غیر قانونی تجاوزات کا خاتمہ ہونا چاہئے اور کھاڑیوں میں مینگروو کی شجر کاری کر کے انہیں ان کی اصل شکل و صورت و حالت میں لایا جائے اور تباہ شدہ سمندر کے اس حصے کو جسے ریت کے ٹیلوں نے الگ کردیا ہے (ساحلی جھیل) دوبارہ متحرک اور زندہ کرنے کے لئے دیگر متعلقہ اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ ❀❀

ریحانہ افتخار

نئی نسل کے لئے تولیدی صحت پالیسی ناگزیر ہے

پاؤنا کے زیر اہتمام نوجوانوں کی تولیدی صحت کے موضوع پر چار روزہ قومی تربیتی ورکشاپ کی روداد

تولیدی صحت پر ہونے والے ایک چار روزہ ورکشاپ کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے نوجوان آبادی کو تولیدی صحت کے بارے میں درست اور مناسب معلومات کی فراہمی پر زور دیا تا کہ وہ غیر مستند حکیموں اور عطائیوں کے ہتھے نہ چڑھیں اور بربادی و دکھوں سے محفوظ رہ سکیں۔

''نوجوانوں کی تولیدی صحت میں فعال رہنماؤں کی تیاری'' کے موضوع پر اس چار روزہ قومی تربیتی ورکشاپ کا اہتمام پاکستان والنٹیری ہیلتھ اینڈ نیوٹریشن ایسوسی ایشن (پاؤنا) نے ڈی ای آئی ڈی۔ یو کے اور پیکارڈ فاؤنڈیشن امریکہ کے تعاون سے کیا تھا۔

صوبہ سندھ کے وزیر خزانہ ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ مہمان خصوصی تھے انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ماضی کی حکومتوں کی ترجیحات کی سمت درست نہیں تھی۔ صحت اور تعلیم جیسی بنیادی سہولتیں ان کی ترجیحات کی فہرست میں سب سے نچلے درجے پر تھیں۔

ڈاکٹر حفیظ نے اس طرف بھی نشاندہی کی کہ سرکاری حکام نہ تو اہل ہیں اور نہ ذمہ دار، اس لئے میں شہری معاشرے کی تنظیموں اور غیر سرکاری تنظیموں پر زور دیتا ہوں کہ وہ آگے آئیں اور حکومت کے ساتھ مل کر کام کریں تا کہ معاشرے کے سب سے پسماندہ طبقے کی زندگی کو بہتر بنایا جا سکے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ حکومت کے پاس مالی وسائل اور ذرائع بہت محدود ہوتے ہیں اور یہ صورتحال دنیا کے تقریباً ہر ملک میں پائی جاتی ہے۔ ہمارے جیسے غریب اور ترقی پذیر ملک میں صورتحال اور زیادہ خراب ہوئی ہے۔ عام لوگوں کی فلاح و بہبود اور پسماندہ طبقے کے حالات زندگی اور معیار زندگی میں بہتری لانے کے لئے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں اور ڈونروں کے پاس پیسہ بھی بہت ہے۔ وہ غریبوں کی زندگی کو بہتر بنانے والی مختلف ترقیاتی اسکیموں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ واحد ضرورت اس بات کی ہے کہ این جی اوز منظم ہوں اور ان ڈونروں پر ثابت کریں کہ وہ اہل اور ایماندار ہیں اور غریب کی زندگی کو بہتر بنانے کی پابند اور ذمہ دار ہیں۔ اگر این جی اوز یہ کارنامہ سرانجام دینے میں کامیاب ہو جائیں تو فنڈز کی کمی نہیں ہے۔

ڈاکٹر حفیظ نے کہا کہ حکومت صحت اور تعلیم پر خصوصی توجہ دے رہی ہے اور شعبہ تعلیم کا بجٹ دگنا کر دیا گیا ہے۔ ملازمتوں پر پابندی ہونے کے باوجود اساتذہ کی ایک بڑی تعداد کو میرٹ پر ملازمتیں فراہم کی گئی ہیں۔ صحت کے بجٹ میں فی الحال صرف 20 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔

وزیر خزانہ نے تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو ایک بڑا مسئلہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ نوجوانوں کو تولیدی صحت کے بارے میں درست معلومات فراہم کر کے آبادی کی بڑھتی ہوئی شرح کو موثر طور پر روکا جا سکتا ہے۔ آبادی میں تیز رفتار اضافے کی شرح نے معاشی ترقی کو کم کیا ہے۔ اس وقت پاکستان میں 45 فیصد لوگ ایک دن میں ایک ڈالر یعنی 60 روپے سے بھی کم کماتے ہیں۔ ڈاکٹر حفیظ شیخ نے مشورہ دیا کہ نوجوانوں کو تعلیم اور مہارتیں فراہم کی جانی چاہئیں تا کہ وہ ملک کی معاشی ترقی میں موثر کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

پاؤنا کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر یاسمین صبیح قاضی نے اس سے پہلے اپنی خیر مقدمی تقریر میں اپنی تنظیم کا مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاؤنا نے کمیونٹی کی ضرورتوں کے مطابق خود کو ڈھالا ہے کیونکہ ہم نے ابتداء میں نیوٹریشن (غذائی) پروجیکٹ کی حیثیت سے کام شروع کیا تھا۔ پھر اس میں خاندانی منصوبہ بندی کو شامل کیا گیا اور بعد میں اس نے تولیدی صحت پر کام کرنا شروع کیا کیونکہ اسے 1994ء میں قاہرہ کانفرنس کے بعد

(باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں)

ورکشاپ

ناموافق حالات کے باعث نئی نسل کی ایک بڑی تعداد سماج دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہو جانے پر مجبور ہو جاتی ہے، مثلاً منشیات کی خرید و فروخت اور جنسی کاروبار وغیرہ

کراچی میں تعمیرات کے قوانین کے بارے میں ایک مذاکرہ

''شہری'' شہر میں غیر قانونی اور ناجائز عمارت کو با قاعدہ بنانے کی مجوزہ پالیسی کی مخالفت کرتا ہے

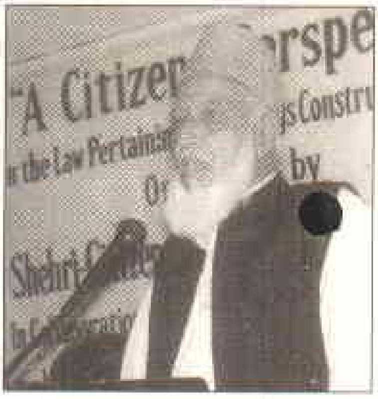

ناظم اعلیٰ کراچی جناب نعمت اللہ خان

قاضی فائز عیسیٰ۔ رکن مجلس عاملہ شہری نے اپنی تعارفی تقریر میں شہر کے ناظم اعلیٰ جناب نعمت اللہ خان کا سیمینار میں خیر مقدم کیا۔ جناب عیسیٰ نے مقامی سطح پر منتخب حکومت کے اجراء کی تعریف کی لیکن انہوں نے کہا کہ نئی مقامی حکومت صرف ایک ''منتخب حکومت'' کی حیثیت سے کام نہ کرے بلکہ اسے ایک ''شراکتی حکومت'' کی حیثیت سے کام کرنا چاہئے۔ جناب عیسیٰ نے سیمینار کے شرکاء کو یاد دلایا کہ ماضی میں بھی ہمیں ایسے تجربے ہو چکے ہیں جہاں منتخب حکام نے عوام سے ووٹ حاصل کرنے کے بعد حکومت کے معاملات میں ان سے مشورہ کرنے کی زحمت تک گوارہ نہیں کی۔ جس کے نتیجے میں وہ عام آدمی سے الگ تھلگ ہو گئے اور حکومتیں قائم نہ رہ سکیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس دفعہ ایسی صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ منتخب حکام کو نوکرشاہی پر اپنا انحصار کم کرنا چاہئے۔ انہیں کراچی کے لوگوں کی اغراض اور مشوروں پر زیادہ انحصار کرنا چاہئے۔

کراچی کی زمین کے استعمال اور تقسیم قوانین کے مسئلے سے متعلق جناب عیسیٰ نے کہا کہ یہ ''منظور شدہ'' پلان کے نفاذ کا سادہ سا مسئلہ ہے۔ جس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہری نے شہر میں غیر قانونی اور ناجائز عمارات کو با قاعدہ بنانے کی مجوزہ پالیسی کی مخالفت کی ہے۔

جناب عیسیٰ نے شہری ضلعی حکومت کی شجرکاری کی مہم کا آغاز کرنے پر تعریف کی اور اس سلسلے میں شہری کی مدد کی پیشکش کی۔

جناب نورالدین احمد نمائندہ پاکستان انجینئرنگ کونسل نے اپنی تقریر میں کہا کہ حقیقت میں جو اقدام اٹھائے گئے وہ شہری قوانین سے بالکل الگ تھے۔ غیر معمولی رفتار سے آبادی بڑھ رہی ہے۔ جسے روکا نہیں جاسکا ہے۔ نتیجتاً شہری ڈھانچہ مسمار ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت شہر میں صرف 30 فیصد ''قانونی'' تعمیرات ہیں۔

جناب نورالدین نے نشاندہی کی کہ شہر کا کوئی عملی ''ماسٹر پلان'' نہیں ہے۔ 1974ء اور 1992ء کے دونوں ماسٹر

نورالدین احمد
نمائندہ پاکستان انجینئرنگ کونسل

پلانز کا اعلان نہیں کیا گیا۔ انہوں نے شہر کے ناظم اعلیٰ سے درخواست کی کہ تازہ ترین ماسٹر پلان، 2000 کا اعلان کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ شہر میں نو تشکیل شدہ کل 18 ٹاؤن کونسلوں کے لئے ''شہری تجدید منصوبے (اربن رینول پلانز) واضح کئے جائیں۔ جناب نورالدین نے اس یقین کا اظہار کیا کہ اس کام کا بیڑا اٹھانے کے لئے مقامی ماہرین دستیاب ہیں اس لئے غیر ملکی مشاورتی ماہرین

قاضی فائز عیسیٰ
رکن مجلس عاملہ شہری سی بی ای

کی مہنگی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جناب نورالدین نے تجویز پیش کی کہ مرکزی شہر کا علاقہ بشمول ایم اے جناح روڈ، مینسفیلڈ اسٹریٹ، انورایٹی روڈ، پریڈی اسٹریٹ کو ''ٹریفک فری زون'' قرار دیا جائے اور اسے سیاحت، کاروبار اور تفریح سے متعلق

شہری سرگرمیاں

مرکزی شہر میں ایم اے جناح روڈ، مینسفیلڈ اسٹریٹ، انوریٹی روڈ، پریڈی اسٹریٹ کو ٹریفک فری زون قرار دیا جائے اور اسے سیاحت کاروبار اور تفریح سے متعلق سرگرمیوں کے لئے مخصوص کیا جائے

سرگرمیوں کے لئے مخصوص کیا جائے۔

جناب سید کلیم الدین چیئرمین پی سی اے ٹی پی نے کہا کہ اگر مجوزہ آرڈی ننس (سندھ بلڈنگ کنٹرول ترمیمی آرڈی ننس 2001) کو اس کی کلیت کے ساتھ نافذ کیا گیا تو یہ شہر میں بے قاعدہ سرگرمیوں کے سیلابی دروازے کھول دے گا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ قوانین کی نظر ثانی میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ دنیا

سید کلیم الدین
چیئرمین، پی سی اے ٹی پی

بھر میں شہری منصوبہ بندی کے ادارے اپنے قواعد وضوابط پر ہر دس برس کے وقفے سے نظر ثانی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شہر کی بے قاعدہ تعمیرات کے لئے بھی وجوہات موجود ہیں گزشتہ برسوں میں سماجی و معاشی حالات ابتر ہوئے ہیں۔ خاندان کا سائز بڑھا ہے اور لوگ نئے مکانات خریدنے کی سکت نہیں رکھتے۔ چنانچہ شہر کی ''سماجی'' اور ''طبعی'' دونوں اقسام کی تباہی وقوع پذیر ہو رہی ہے۔

جناب کلیم الدین نے غیر قانونی اور ناجائز عمارات کو باقاعدہ بنانے کے فیصلے کی حمایت کی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ اہم مسئلہ تو یہ ہے کہ مناسب جرمانے عائد کئے جائیں اور اس عمل میں جو رقوم جمع ہوں ان کا مناسب اصراف ہو۔ رقم براہ راست متاثرہ افراد اور کمیونٹیوں کو ملنی چاہئے۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ مجوزہ قانون میں تجویز کردہ جرمانے بہت معمولی ہیں۔ اس لئے یہ ایک سدِ راہ کی حیثیت سے عمل کرنے سے ناکام رہیں گی۔

سیمینار کے شرکاء

جناب نعمت اللہ خان ناظم اعلیٰ شہر نے اپنی تقریر میں کہا یہ بہت اہم ہے کہ اس سیاق و سباق کو سمجھا جائے جس کے اندر قانون سے انحراف اور تجاوز کیا جا رہا ہے۔ معاشرے میں انصاف کا فقدان ہے۔ منصوبے مربوط اور ہم آہنگ نہیں ہیں۔ انہوں نے کنٹونمنٹ کے انتظامی علاقوں کے مسئلے کو بیان کیا جہاں مختلف تعمیراتی اصول نافذ ہیں جو بقیہ شہر میں ہونے والی سرگرمیوں سے کوئی مطابقت تعلق نہیں رکھتے وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس سیاق و سباق میں کسی بھی قسم کے استدلالی و معقول ماسٹر پلان کا نفاذ ناممکن ہے۔

خان صاحب کا خیال تھا کہ از سر نو آغاز میں کوئی نقصان نہیں ہے بشرطیکہ مستقبل میں ماضی میں ہونے والی غلطیوں کا اعادہ نہ ہو۔ انہوں نے تمام شہری گروپوں سے بھی درخواست کی وہ شہر کے مسائل کی بروقت نشاندہی کریں۔ انہوں نے اس سلسلے میں شہری کے کام کی تعریف کی۔

تقاریر کے بعد باہمی بحث و مباحثہ ہوا۔ آخر میں شہری۔ سی بی ای کے چیئر پرسن جناب خطیب احمد نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سیمینار کے اختتام کا اعلان کیا۔ ❀❀

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

''شہری''، میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ ''شہری''، میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کر دیں۔

شہری برائے بہتر ماحول۔ 206۔ جی۔ بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔ پاکستان
ٹیلی فون/ فیکس 92-21-4530646
E-mail address:
Shehri@onkhura.com (Web site)
URL:http//www.onkhura.com/shehri

نام ________________ ٹیلی فون (گھر) ________________

ایڈریس ________________________________

پیشہ ________________ ٹیلی فون (دفتر) ________________

شہری کی رکنیت

2002ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

شہریوں اور مقامی حکومت کے نمائندوں کے درمیان تبادلہ خیال-I

شہری سی بی ای نے مقامی انتظامیہ کے منتخب ارکان اور کراچی کے شہری گروپوں کے درمیان بہتر رابطہ عمل پیدا کرنے کے لئے سیمینار کی سیریز کا انعقاد کیا

خطیب احمد
چیئرپرسن شہری سی بی ای

شہری سیمینار

ٹھیکیدار کو کوڑے کی ری سائیکلنگ کے انتخاب کا اختیار دینے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی اور نہ ہی باضابطہ بنیادی ڈھانچہ تجویز کیا گیا

جناب خطیب احمد، چیئرمین شہری ای نے اپنی تعارفی تقریر میں کہا کہ پاکستان کے آئین نے پاکستان کے عوام کو ریاست کے معاملات سنبھالنے اور اپنے اثر ورسوخ سے کام لینے کا اختیار دیا ہے۔ لیکن عوام بمشکل ان اختیارات کا استعمال کرتے ہیں اور منتخب حکام اور انتظامیہ کے کام کے بارے میں سوال نہیں کرتے ہیں چنانچہ نتیجے میں ایک ایسی صورتحال پیدا ہوئی جہاں منتخب حکام اور نوکرشاہی اپنے اختیارات کا نہ صرف بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں بلکہ ان کا ناجائز اور غلط استعمال کرتے ہیں جبکہ ایک عام آدمی خاموش تماشائی بنا رہتا ہے۔

فرحان انور
ایگزیکٹو ممبر، شہری سی بی ای

جناب احمد نے شہر میں منتخب مقامی حکومتوں کے تعارف کی تقریب اور شہری کے سیمینار میں موجود منتخب نمائندوں کو ان کے کام میں شہری کے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔

فرحان انور ایگزیکٹو رکن۔ شہری سی بی ای نے شہری میں ٹھوس فضلے کے انتظامی نظام کی نجکاری کے مسئلے پر اظہار خیال کیا اور کہا کہ 1998ء میں اس وقت کی ڈی ایم سی سینٹرل نے فیڈرل بی ایریا اور نارتھ ناظم آباد کے علاقوں میں ٹھوس فضلے کے انتظامی نظام کے کچھ حصوں کی نجکاری کی تھی، لیکن یہ تجربہ ناکام رہا۔ اب جبکہ نو تشکیل شدہ ضلعی حکومت ایک ایسی ہی مشق دوبارہ شروع کر رہی ہے گزشتہ غلطی سے سیکھے گئے سبق کو مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

جناب انور نے کہا کہ گزشتہ منصوبے میں تجربہ بڑے وسیع پیمانے پر کیا گیا تھا اس کی بجائے اسے پائلٹ پروجیکٹ کے پیمانے پر ہونا چاہئے چنانچہ مسائل پیدا ہوئے۔ پروجیکٹ ایریا پر درست اور مناسب طریقے پر

سارا صدیقی
ممبر، کے اے ڈبلیو ڈبلیو ایس

دستاویز اور تازہ ترین ڈیٹا تیار کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ ڈی ایم سی سینٹرل کا کہنا تھا کہ پروجیکٹ ایریا میں ایک دن میں 1327 ٹن کوڑا کرکٹ جمع ہوتا ہے جبکہ نجی ٹھیکیدار کا دعویٰ تھا کہ وہ ایف بی ایریا کے صرف ایک بلاک سے ایک دن میں 1800 ٹن کوڑا کرکٹ اٹھاتا تھا۔

جناب انور نے کہا کہ عام لوگوں کو ایک باقاعدہ طریقے پر اس عمل میں شریک نہیں کیا گیا انہیں کوڑا پیدا کرنے والے ذرائع پر کوڑے کی سطحوں کو کم کرنے کے بارے میں علم فراہم کیا جاسکتا تھا۔ نجی ٹھیکیدار کو کوڑے کی ری سائیکلنگ کے انتخاب کا اختیار دینے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ جس سے پروجیکٹ میں بہت زیادہ دلچسپی اور کارگزاری میں اضافہ ہوسکتا تھا۔ کوئی باقاعدہ و باضابطہ بنیادی ڈھانچہ یا فریم ورک تجویز نہیں کیا گیا اور نہ ہی کارکردگی کے معیارات تیار کئے گئے۔ جناب انور نے زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر ضلعی حکومت اپنی کوششوں میں کامیابی کی خواہشمند ہے تو ایسی غلطیوں سے اب گریز ناگزیر ہے۔

محترمہ سارا صدیقی کا تعلق کے اے ڈبلیو ڈبلیو ایس سے ہے انہوں نے اپنے محلے

نعمان احمد
چیئرمین ڈپارٹمنٹ آف آرکی ٹیکچر
اینڈ ٹاؤن پلاننگ این ای ڈی یونیورسٹی

کے حالات کو بہتر بنانے کے دوران مقامی حکومت کے ساتھ اپنے کام کے تجربے کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ نئے نظام کے قیام کے باعث آج کل عملے کی دوبارہ تعیناتی بہت زیادہ ہو رہی ہے جس کی وجہ سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ نئی ٹاؤن اور یونین کونسلیں جن خدمات اور املاک میں حصہ داری کریں گی ان کی حدود کے متعلق کچھ الجھن بھی پائی جاتی ہے۔

محترمہ صدیقی نے اس حقیقت کے بارے میں بھی اظہار افسوس کیا کہ نوتشکیل شدہ ٹاؤن/یونین کونسل کے دفاتر میں منتخب حکام عام طور پر غیر حاضر ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں شہریوں کو اپنے مسائل انتظامیہ کے حکام سے بیان کرنے پڑتے ہیں اور سرخ فیتہ اپنی جگہ موجود ہے۔ محترمہ صدیقی نے نئی مقامی حکومتوں کو مالیاتی خودمختاری دینے کی اہمیت پر زور دیا تاکہ وہ شہریوں کے مسائل موثر طور پر حل کر سکیں۔

پروفیسر نعمان احمد چیئرمین شعبہ آرکیٹیکچر و ٹاؤن پلاننگ، این ای ڈی یونیورسٹی نے کراچی میں پانی اور سیوریج کے شعبے کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت کراچی میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پانی کی سپلائی میں 150 ایم جی ڈی کی کمی ہے اصل میں یہ کمی زیادہ ہو سکتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ کے ڈبلیو اینڈ ایس بی اس وقت 46 بلین روپے کے قرضے کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے محصولات کی وصولی ناکافی ہے اور عملے کی بہتات ہے۔ (1996ء کے اعداد و شمار کے مطابق یہ 4500 ہے) اس کی وجہ زیادہ تر سیاسی تقرریاں ہیں۔ شہر کی بیشتر آبادی پینے کے پانی کو 7 روپے فی گیلن سے 80 روپے فی گیلن کے حساب سے خرید رہی ہے۔

جناب نعمان نے شرکاء کو بتایا کہ شہر میں پیدا ہونے والے سیوریج کے صرف 20 فیصد کو ٹھکانے لگانے سے پہلے صاف کیا جاتا ہے زیادہ تر سیوریج تعمیری سیورنیٹ ورکس کی بجائے شہر کے قدرتی نالوں سے جاتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ کراچی واٹر اینڈ سیوریج بورڈ کی نجکاری کی کوششیں ناکام ہو گئی ہیں کیونکہ کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کے حکام، لوگ، بلڈرز اور ڈیولپرز، سیاسی/مذہبی پارٹیاں سبھی نجکاری کے لئے حکمت عملی کے خلاف تھے۔

پروفیسر نعمان نے کراس کنکشن کے مسئلے کو بھی اجاگر کیا کیونکہ پانی کی فراہمی اور

محمد نعمان
ڈپارٹمنٹ آف الیکٹرانکس
این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی

سیوریج لائن ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں جس سے پینے کا پانی آلودہ ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کراچی غربی/لیاری میں شدید ہے۔ جو علاقے کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کی نگہبانی میں نہیں ہیں لیکن وہاں بل بھیجا جاتا ہے۔ اگر

(بائیں سے) ڈاکٹر پرویز محمود، خطیب احمد اور فاروق نعمت اللہ

زمین کسی اور نے لیز کی ہے تب بھی اسے ان خدمات کے تمام بلوں کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے جو اسے مہیا نہیں کی گئیں۔ پروفیسر نعمان نے ایک عارضی بنیادی ڈھانچے کی تیاری، نئے منصوبوں کی شروعات (جو پہلے پائلٹ کی سطح پر ہوں) اور شہری سہولتوں/افادی خدمات کی حیثیت کی مناسب دستاویزات کی فراہمی پر اصرار کیا۔

این ای ڈی یونیورسٹی کے شعبہ الیکٹرانکس کے پروفیسر محمد نعمان نے مقامی حکومت کے نظم و نسق اور انتظامیہ سے متعلق مسائل کے بارے میں بات کی۔ انہوں نے کہا شہر میں کام کرنے والے مختلف اداروں کے درمیان مطابقت میں بہت زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔ ان میں کچھ مقامی کچھ صوبائی اور کچھ وفاقی ادارے بشمول کنٹونمنٹس ہیں۔ حاکمیت کے مختلف درجات کے مختلف مفادات ہیں جن کا آپس میں ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔

پہلے مقامی حکومت آکٹرائے سے تقریباً 500 کروڑ روپے سالانہ کما رہی تھی۔ آمدنی پیدا کرنے کا یہ اختیار اب موجود نہیں ہے۔ متبادل مالیاتی میکنزم بھی نظر نہیں آتا۔ ماضی میں کے ایم سی کی انتظامیہ کو تقریباً 40 لاکھ روپے خرچ کرنے کا ذاتی امتیازی حق حاصل تھا۔ اب یہ سہولت بھی دستیاب نہیں ہے۔ وفاقی حکومت پر حد درجہ انحصار ہے جو کام میں حارج ہے۔ کارکن کا حوصلہ پست ہے۔ وہ اب اور کام کرنا نہیں چاہتے، مافیا کے قسم کے بہت سے کنٹرول موجود ہیں۔

شہریوں کے نمائندوں کی تقاریر کے بعد عمومی بحث و مباحثہ ہوا۔

گلبرگ ٹاؤن کونسل کے ناظم جناب فاروق نعمت اللہ۔ لیاقت آباد ٹاؤن کونسل کے ناظم جناب ڈاکٹر پرویز محمود نے بحث میں حصہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ شہر کے لوگوں کی خدمت کے لئے کمربستہ ہیں اور اس وقت وہ مقامی حکومت کے نظام میں بدعنوانی کی سطحوں میں کمی لانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ انہوں نے شہری جیسی تنظیموں کے کردار کی تعریف کی اور شہر کے شہری گروپوں کے ساتھ کام کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔

جناب خطیب احمد نے سیمینار کا اختتام شرکاء کا شکریہ ادا کر کے کیا۔ ❀❀❀

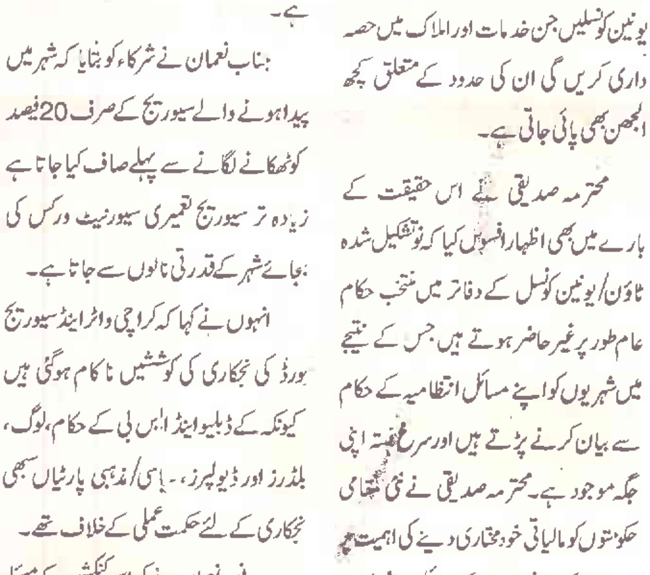

سیمینار کے شرکاء

شہریوں اور مقامی حکومت کے نمائندوں کے درمیان تبادلہ خیال-II

نوید حسین
رکن مجلس عاملہ شہری سی بی ای

شہری سیمینار

بجلی کی چوری کی روک تھام کے لئے ایک یوٹیلٹی بورڈ قائم کیا جائے تاکہ کم آمدنی والے علاقوں میں بجلی کی چوری کے امکانات کو کم کیا جاسکے، ایک تجویز

نوید حسین۔ ایگزیکٹو ممبر۔ شہری۔ سی بی ای نے اپنی تعارفی تقریر میں کہا کہ پاکستان کو شدید معاشی مشکلات کا سامنا تھا اور وہ اربوں ڈالر کے مقامی و غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے مقابلے میں بھارت اور چین نے اپنی صنعتوں اور مالیاتی نظاموں کو تحفظ دیا اور ترقی دی جس کے نتیجے میں ... آج ہم سے زیادہ مضبوط و مستحکم معیشتوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ملائشیا جس کی معیشت 25 برس قبل بالکل ہماری جیسی تھی آج پانچ مختلف قسم کی موٹر گاڑیاں بنا رہا ہے۔ (پروٹون کارز)

جناب نوید حسین نے کہا کہ کراچی میں 18 ٹاؤن کونسلوں میں سے ہر ایک کو 20 لاکھ روپے دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ "اس قسم کے بجٹ میں کوئی بامعنی ترقیاتی کام کس طرح ممکن ہے؟" انہوں نے مطالبہ کیا کہ لوگ جو انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں اس کا نصف حصہ سماجی اور ترقیاتی شعبے کے کام میں اضافہ کی صورت میں لوگوں تک واپس آنا چاہیئے۔

جناب سلیمان چانڈیو چیف انجینئر سیوریج کے ڈبلیو اینڈ ایس بی نے اپنی تقریر میں کہا کہ "اربن پبلک یوٹیلیٹی سسٹم میں نظام کی خرابی کی سب سے بڑی وجہ زمین کے استعمال کے قوانین ہیں۔ انہوں نے غیر قانونی اور ناجائز عمارات پر مکمل پابندی کا مطالبہ کیا اور اس سلسلے میں شہری کی کوششوں کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا کہ مکمل اسکیمیں دیکھ بھال کے لئے کے ڈبلیو اینڈ ایس بی کے سپرد کردی گئی ہیں تاکہ وہ خدمات فراہم کریں جبکہ ان کے منصوبوں اور بجٹ میں ایسے کام کے لئے کوئی گنجائش یا پیش بینی نہیں ہے۔ اسی طرح کچی آبادیوں میں کوئی نظام قائم نہیں کیا گیا ہے، لیکن الزام کے ڈبلیو اینڈ ایس بی پر عائد کیا جاتا ہے۔ جناب چانڈیو نے سیمینار کے شرکاء کو آگاہ کیا کہ کے ڈبلیو اینڈ ایس بی اب شہری حکومت کا حصہ ہے اور اس کے فرائض ٹاؤن میں مزید نشوونما پائیں گے۔

جمشید ٹاؤن کونسل کے ناظم جناب احمد قاسم پاریکھ نے اپنی تقریر میں کہا کہ پاکستان میں گزشتہ برسوں میں وسیع پیمانے پر بدعنوانی وقوع پذیر ہوئی ہے، جس نے ملکی صورتحال کو نہایت ہی ابتر بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 1970ء تا 1987ء کے عرصہ میں بینکوں نے روزانہ 2 لاکھ روپے معاف کیے۔ 1996ء تا 1999ء کے عرصے میں یہ اعداد و شمار 2 کروڑ 40 لاکھ تک پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے کہا 1948ء میں پاکستان کا جی این پی جاپان کے برابر یعنی 112 ڈالر تھا۔ آج جاپان کا جی این پی بڑھ کر

خالد اقبال
انچارج، ڈسٹری بیوشن، کے ای ایس سی

احمد قاسم پاریکھ
ناظم جمشید ٹاؤن کراچی

سیمینار کے شرکاء

سلیمان چانڈیو چیف انجینئر کے ڈبلیو اینڈ ایس بی

34000 ڈالر تک پہنچ گیا ہے، جبکہ ہمارا نہایت مایوس کن یعنی صرف 360 ڈالر ہے۔ جناب پاریکھ نے شہر کی بہتری کے لئے کام کرنے کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے شہریوں سے مطالبہ کیا کہ وہ شہری معاملات میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوں۔

کے ای ایس سی کے ڈسٹری بیوشن اینڈ ورکس کے انچارج جناب خالد اقبال نے کہا کہ اس وقت کے ای ایس سی، کے اے این یو پی پی اور گل احمد اور ٹپال کے نجی پاور پلانٹوں سے شہر میں 1800 میگاواٹ بجلی پیدا ہو رہی ہے۔ ہر سال بجلی کی طلب میں تقریباً 6 سے 7 فیصد تک اضافہ ہوتا ہے۔

اربن پبلک یوٹیلیٹی سسٹم میں نظام کی خرابی کی سب سے بڑی وجہ زمین کے استعمال کے قوانین ہیں، غیرقانونی اور ناجائز عمارات پر مکمل پابندی عائد کی جائے، لوگ جو انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں اس کا نصف حصہ سماجی اور ترقیاتی شعبے کے کام میں اضافے کی صورت میں لوگوں تک واپس آنا چاہئے۔ ایک مطالبہ

جناب احمد نے کہا کہ بجلی کی چوری کم آمدنی والے علاقوں میں ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ کے ڈی اے اسکیم نمبر ون اور پی ای سی ایچ ایس جیسے علاقوں میں بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت شہر میں خدمات و سہولت فراہم کرنے والے مختلف اداروں کے درمیان کسی قسم کی بامعنی مشاورت موجود نہیں ہے، جس کی وجہ سے معاملات حد درجہ گمبھیر اور الجھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک "یوٹیلیٹی بورڈ" کے قیام کی تجویز پیش کی اور کہا کہ کے ای ایس سی نے کم آمدنی والے علاقوں میں غربت میں کمی کے پروگراموں کو اپنایا ہے تاکہ بجلی کی چوری کیا مکانات کو کم کیا جا سکے۔ انہوں نے بتایا کہ تقریباً 4 لاکھ کنڈا کنکشن میں سے ڈیڑھ لاکھ کو باقاعدہ بنا دیا گیا ہے۔

تقاریر کے بعد سوال و جواب کا ایک دلچسپ دور چلا جس کے بعد جناب نوید حسین نے مقررین اور شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سیمینار کو اختتام تک پہنچایا۔ ❀❀❀

انڈس ڈیلٹا کو تباہی سے بچایا جائے

سندھ میں کوٹری کے مقام سے نیچے سمندر کو پانی ضلع ٹھٹھہ اور بدین کے ساحلی علاقوں کی ایک لاکھ ایکڑ سے زائد زرعی زمین کو برباد کر چکا ہے جبکہ تقریباً 15 لاکھ ایکڑ مزید زمین بربادی سے دوچار ہے۔ گزشتہ 5 برسوں کے دوران سمندری پانی آجانے اور میٹھے پانی کی قلت کی وجہ سے ہزاروں مویشی ہلاک اور ہزاروں افراد بے روزگاری کا شکار ہو چکے ہیں۔ زیادہ تر آبادی منتقل ہو گئی ہے اور اب صرف چند ہزار افراد وہاں چھوٹی چھوٹی جھگیوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سمندر کے اندر 150 سے زائد جزیرے (ڈیلٹا) میلوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ماضی میں دریائے سندھ 12 جگہ سے سمندر میں گرتا تھا۔ 350 کلومیٹر پر پھیلا سندھ کے ساحل کا ڈیلٹائی علاقہ سمندر کو آگے بڑھنے سے روکتا تھا۔ 1994 سے ڈاؤن اسٹریم میں پانی نہ چھوڑنے کی وجہ سے ٹھٹھہ اور بدین کے ڈیلٹائی علاقے میں 1,42,000 ایکڑ زمین پر تمر کے جنگلات ختم ہو چکے ہیں۔ بدیک جال (بھولو) کے استعمال نے ایک اور مسئلہ کھڑا کر دیا ہے، جس سے مچھلیوں کی افزائش ختم ہو چکی ہے۔ ❀❀❀

شہری کے لئے رضا کاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھوٹی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف
- قانونی (غیرقانونی عمارتیں)
- پارکس اور تفریح
- میڈیا اور بیرونی روابط (نیوز لیٹر)
- تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
- مالی حصول۔

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم/فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون، فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

ش۔ فرخ

سندھی عورت 2002ء میں

8مارچ ظلم کے خلاف عورتوں کی جدوجہد کی یاد دلاتا ھے

آٹھ مارچ، عورتوں کا عالمی دن ظلم کے خلاف عورتوں کی جدوجہد کی یاد دلاتا ھے۔ جب عورتوں نے اپنے حقوق اور تمام سماجی اور سیاسی شعبوں میں شرکت کے لئے آواز اٹھائی تھی۔ انیسویں صدی کے اواخر میں صنعتی طورپر ترقی پذیر ممالک کی عورتیں ان تنخواہ دار ملازمتوں میں شامل ہو رہی تھیں جہاں مردوں کی بالادستی تھی۔ ان کے حالات کار ابتر اور تنخواہیں بہت کم تھیں۔ سیاسی پابندیاں ان تبدیلیوں کی راہ میں رکاوٹ تھیں جو عورتوں کی زندگیوں میں رونما ہو رہی تھیں۔ عورتوں نے ووٹ دینے کے حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا جس کے نتیجے میں عورتوں کے حقوق کی عالمی تحریک نے جنم لیا۔

عورتوں کا عالمی دن

یہ دن ہمیں سوچنے پر آمادہ کرتا ہے کہ عورتوں کا استحصال ہوتا ہے۔ ان کی ناقدری کی جاتی ہے اور اکثر ظلم کیا جاتا ہے۔ یہ ہمیں اپنی کمٹمنٹ کی تجدید کرنے کی تلقین کرتا ہے کہ عورتوں کی حالت کو تبدیل ہونا چاہئے اور ان دانشورانہ روایات پر تنقیدی نظر ڈالیں جو عورتوں پر ظلم کو یا تو نظر انداز کرتی ہیں یا اسے برحق قرار دیتی ہیں۔ یہ وہ دن ہے جب سماجی تبدیلی کے لئے تشدد، تعصب اور تفریق کو ختم کرنے کے لئے آواز اٹھائی جاتی رہے۔

عصر حاضر میں تیسری دنیا کے ممالک کی عورتوں کی صورتحال جدید، صنعتی اور ترقی یافتہ ممالک سے مختلف ہے۔ سب سے زیادہ پریشان کن، شاید ان کی غربت سے بھی زیادہ وہ برتاؤ ہے جو جنوب ایشیائی ممالک میں، پاکستان سمیت، ان کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ عورتوں کے خلاف تشدد سب سے زیادہ شدید اور کم تسلیم شدہ انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ لڑکوں اور مردوں کے لئے ترجیح، بچیوں کی طفل کشی، لاپرواہی اور عورتوں کی ہلاکت ایشیائی ممالک بشمول پاکستان سب سے بڑا سبب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں ہر جگہ عورتوں کے خلاف تشدد اس لئے ہوتا ہے کہ وہ عورتیں ہیں دوسرے الفاظ میں عورت ہونا ایک پرخطر امر ہے۔ حال ہی میں ایک ٹیلی ویژن چینل پر آٹھ مارچ کے ضمن میں ریکارڈ کئے جانے والے پروگرام میں تین خواتین سے ایک سوال پوچھا گیا۔ اس سوال کے تین مختلف جواب تھے۔ ایک۔ پاکستان کی عورتوں نے گزشتہ چند برسوں میں خاطر خواہ ترقی کی ہے۔ دوسرا۔ پاکستان کی عورتیں انشاء اللہ بہت ترقی کریں گی۔ تیسرا اور آخری جواب تھا کہ پاکستانی عورتوں کی حیثیت جامد ہے اور یہ حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ صورتحال کب تک جوں کی توں رہے گی۔ یہ جواب بہت قنوطیت پسند ہے لیکن یہ حقیقت اور ٹھوس حقائق پر مبنی ہے۔ بے شک پاکستان کی عورتیں اب عملی زندگی کے بہت سے شعبوں میں سرگرم عمل نظر آتی ہیں اور ایسی بہت سی خواتین ذمہ دار عہدوں پر فائز ہیں۔ ان میں سے چند بڑے اداروں کی سربراہ بھی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ عورتیں تعلیم یافتہ اور ملک کے شہری علاقوں کے مراعات یافتہ طبقوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ اقلیت میں ہیں، جبکہ بہت سی عورتیں اب بھی محرومی کی زندگی گزار رہی ہیں۔ یہ عورتیں جو اندرون سندھ سمیت ملک بھر کے دیہاتوں میں رہتی ہیں۔ یہ وہ عورتیں ہیں جنہیں پینے کا صاف پانی، صحت کی سہولتیں اور زندگی کی دیگر آسائشیں میسر نہیں ہیں۔ وہ صوبے بھر میں زراعت کا کام کرتی ہیں۔ لیکن ان کے کام کو پیداواری خیال نہیں کیا جاتا اور انہیں اپنی محنت کا معاوضہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ وہ عورتیں ہیں جن کی اکثریت زچگی کے دوران مر جاتی ہے۔ ماؤں کی موت کے

پاکستان میں، بہت سی عورتیں اب بھی محرومی کی زندگی گزار رھی ھیں، ان میں سے اکثریت دیہی عورتوں کی ھے جنھیں زندگی کی بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں ھیں

اسباب میں خراب صحت اور غذائیت کی کمی اہم ہیں۔ ماؤں کی موت کی فراوانی میں سماجی، سیاسی اور اقتصادی عوامل جھلکتے ہیں جو عورت کو حمل اور بچے کی پیدائش کے عمل میں محفوظ رہنے کے بنیادی حق سے محروم رکھتے ہیں۔

ایک مطالعے کے مطابق وہ عورتیں جو حمل کے دوران یا بچے کی پیدائش کے بعد مر جاتی ہیں، ان میں 15 فیصد عورتیں تشدد اور زخموں کی وجہ سے مرتی ہیں۔ کیونکہ حاملہ عورت تشدد سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ لہٰذا تشدد کے نتیجے میں مرنے والی عورتوں کی شرح پیدائش کے عمل کی پیچیدگیاں زیادہ ہے۔

سندھ کے بہت سے علاقوں میں عورت فروخت ہونے والی ایک جنس ہے جو قبیلوں اور انفرادی تنازعات کو ختم کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ عورتیں جرمانے ہرجانے اور دیگر لین دین، جس میں عزت کے نام پر قتل کے تصفیے بھی شامل ہیں، بطور جنس استعمال کی جاتی ہے۔

ایک تنظیم نے اپنی ایک حالیہ کانفرنس کا عنوان ''قتل کرنے میں کوئی عزت نہیں'' رکھا تھا جو سندھ میں کاروکاری کے ایک مطالعے سے حاصل ہونے والے حقائق پر مبنی تھا۔ اس دوران یہ امر بھی زیر بحث آیا کہ عورتوں کا قتل ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ یعنی عورت کو مارو اور پیسے کماؤ۔

2001ء میں کاروکاری کی بناء پر موت کے گھاٹ اتارے جانے والوں میں ایک تین سالہ بچی بھی شامل تھی۔ کیا کوئی اس پر یقین کرسکتا ہے کہ ایک کمسن بچی زنا کاری میں ملوث ہوسکتی ہے جسے خاندان کی عزت بچانے کے لئے قتل کیا گیا تھا۔

وزارت خارجہ کی جانب سے انسانی حقوق کی ایک رپورٹ جس میں پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی نشاندہی کی گئی تھی، مسترد کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا گیا کہ اپریل 2000ء میں منعقد ہونے والی انسانی حقوق کی کانفرنس کے تمام اہداف

حاصل کرلئے گئے ہیں۔ بے شک فوجی حکومت نے چند مثبت اقدام کئے ہیں۔ 7 مارچ کو صدر پرویز مشرف نے عورتوں کی ترقی اور اختیار کے لئے قومی پالیسی کا اعلان

8 مارچ 1857ء	نیویارک کے ٹیکسٹائل کے کارخانوں میں کام کرنے والی عورتوں نے کم معاوضوں اور ابتر حالات کار کے خلاف مظاہرہ کیا۔
8 مارچ 1907ء	نیویارک کی عورتوں نے ووٹ دینے کے حق کے لئے اور بچوں کی مشقت کے خلاف مظاہرہ کیا۔
8 مارچ 1909ء	امریکہ میں اس دن کو باقاعدہ طور پر عورتوں کا عالمی دن تسلیم کرلیا گیا۔
1910ء	کوپن ہیگن ڈنمارک میں سوشلسٹ انٹرنیشنل کانفرنس میں عورتوں کے دن کی تجویز پیش کی گئی جسے 17 ممالک کی 100 عورتوں نے متفقہ طور پر منظور کیا۔
19 مارچ 1911ء	عورتوں کا پہلا عالمی دن جرمنی، ڈنمارک، آسٹریا اور سوئٹزرلینڈ کی عورتوں نے منایا۔ ایک اندازے کے مطابق ایک ملین عورتوں نے ووٹ کے حق اور صنفی امتیاز کو ختم کرنے کے لئے منعقد کئے گئے مظاہروں میں شرکت کی۔
8 مارچ 1913ء	روسی عورتوں نے یہ دن منایا اور روسی حکومت نے اسے قومی تعطیل قرار دیا۔
1968ء	کچھ عرصے تک یہ دن بہت سے ملکوں میں خاموشی سے رہا جب تک 1968ء میں [illegible] ملکوں کی عورتوں نے اس دن کو بحال نہ کیا۔
8 مارچ 1971ء	لندن میں 5 ہزار عورتوں نے مساوی حقوق اور مواقع کے لئے مظاہرہ کیا۔
1977ء	اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے باقاعدہ طور پر 8 مارچ کو عورتوں کے عالمی دن کی قرارداد منظور کی اور ''اقوام متحدہ کا یوم برائے حقوق نسواں اور عالمی امن'' کا اعلان کیا گیا۔

کیا ہے۔ سابقہ حکومتوں نے بھی پاکستان کی عورتوں کی بہتری کے لئے کبھی قومی منصوبہ عمل یا تحقیقاتی کمیشن کے قیام جیسے اقدامات کا اعلان کیا تھا، لیکن کوئی بھی منصوبہ جس پر عملدرآمد نہ کیا جائے محض جھوٹی تسلی ثابت ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سی کاغذی کارروائیوں کے باوجود پاکستان کی عام عورت کی زندگی میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی۔ حال ہی میں وزیر برائے خواتین کی ترقی نے کہا ہے کہ کاروکاری کو قتل تصور کیا جائے گا۔ قومی کمیشن برحیثیت خواتین کی سابقہ چیئرپرسن نے یہی بات ایک سال قبل کہی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک کاروکاری کو قتل سے مستثنیٰ قرار دینے والی قانونی شق اور تمام امتیازی قوانین ختم نہیں کئے جائیں گے پاکستان کی عورتیں اسی طرح ظلم برداشت کرتی رہیں گی۔

یہ ایک حوصلہ افزا امر تھا کہ اب کے عورتوں کا عالمی دن سرکاری اور غیر سرکاری دونوں سطحوں پر غیر معمولی جوش و جذبے سے منایا گیا۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے بھی اس پر خصوصی توجہ دی ہے۔ اخبارات نے اس ضمن میں خصوصی مضامین شائع کئے اور ٹیلی ویژن پر خصوصی پروگرام دکھائے گئے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آپ اس وقت کیا محسوس کریں گے جب ایک انٹرنیشنل ٹی وی نیٹ ورک پر ''پاکستان میں عورتوں کا قتل'' کے عنوان سے فلم دکھائی جارہی ہو۔ وہ جو آٹھ مارچ کی تقریبات کا ایک حصہ تھا۔ کاش ہم پاکستانی عورتوں کو کسی بہتر طور پر یاد کیا جائے۔ اس کا ہمیں استحقاق ہے۔

(ش۔ فرخ سینئر صحافی اور عورتوں کے حقوق کی ایکٹوسٹ ہیں۔ یہ مضمون 8 مارچ کو سوشل ویلفیئر ڈپارٹمنٹ کی جانب سے منعقد کئے گئے اجلاس میں پڑھا گیا تھا)

آئی پی سی فیچر سروس

نورالدین احمد

کراچی کو ماحولیاتی تباہی سے کیسے بچایا جائے

کراچی کی بیشتر کھلی جگہوں پر جبری قبضہ ہو چکا ہے جس کی روک تھام کے لئے بڑی مداخلت کی ضرورت ہے

کراچی کے شہر کو ہمارے معاشرے کی تمام سطحوں کے افراد نے اپنے مختصر المدت سیاسی اور معاشی فائدے کے لئے دیدہ و دانستہ اور قصداً موجودہ صورتحال تک پہنچایا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ لوٹ مار اور غبن میں مزید مختلف عناصر شریک ہوتے رہے ہیں۔ رہنما اصول اور قواعد وضوابط کے علاوہ متعلقہ اداروں کو تباہ کردیا گیا یا انہیں جان بوجھ کر بے کار بنادیا گیا تا کہ آسان کمائی کی بڑھتی ہوئی دولت تک پہنچ کو آسان بنادیا جائے۔ اس سارے قصے کا حقیقتاً سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے شہر کو سب سے زیادہ نقصان ان لوگوں کی سرگرم شرکت یا غیر متحرک چشم پوشی نے پہنچایا ہے جو اس کے مستقل باشندے ہیں۔

ہمارے ذہنوں میں اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا اس تمام ابتری اور انحطاط کو بدلنے کے لئے کچھ کیا جا سکا ہے؟ یا ہمیں اٹھ کر نقل مکانی کر لینی چاہئے۔ ہم سے ان لوگوں کے لئے جو نقل مکانی نہیں کر سکتے یا بالکل نہیں کریں گے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم اپنے تمام ذرائع اکٹھا کریں اور اپنے ماحول کا کنٹرول ہاتھ میں لے لیں اور اس گندگی وابتری کی صفائی کردیں۔

کراچی دنیا کے عظیم ترین میگا پولیس میں سے ایک ہے۔ ہمارے شہر کا سائز اور بڑھنے کا انداز دونوں ہی خوفزدہ کرنے والے ہیں اگر شہر کی منصوبہ بندی حقیقت پسندانہ انداز میں تازہ ترین ہوتی اور اتھارٹی اور اس کے باشندے مل کر اس نظام موثر طریقے پر چلاتے تو یہ بیک وقت اپنے باشندوں کو اپنا معیار زندگی بہتر بنانے کا ایک موقع ضرور فراہم کرتا۔

وفاقی حکومت نے اس شہر کو باقاعدہ بنانے اور انتظام سنبھالنے کی جانب پہلا قدم اٹھایا اور کراچی کو 18 ٹاؤنز میں تقسیم کردیا۔ اس نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا کہ ایک واحد یونٹ کی حیثیت سے اس کا فطری انتظام موثر انداز میں ممکن نہیں ہے لیکن ٹھوس متبادل سے گریز کرنے کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے وفاقی حکومت نے کنٹونمنٹ بورڈ کے مسئلے کو نہیں چھیڑا ہے جو اس شہر کی مختلف جگہوں پر بکھرے ہوئے خود مختار جزیرے ہیں۔

کراچی شہر کا کوئی بھی ترقیاتی پہلو ایک عام شہری کے ذہن کو الجھن میں نہیں ڈالتا بلکہ وہ شہر کی طبعی شکل وصورت اور اس کے ترقیاتی اداروں کے تنوع سے ضرور پریشانی اور الجھن میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا شہر ہے جس کی دیکھ بھال دو درجن سے زیادہ ترقیاتی ادارے اور شعبے کرتے ہیں اور یہ فخریہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ زمین کے مالک تقریباً 15 ادارے شہری خدمات کی ناقابل بیان انحطاط اور زندگی کے ماحول کی خرابی سے گزرے ہیں۔ یہ بہت ضروری و لازم ہے کہ ہم کوئی تجویز یا سفارشات پیش کرنے سے پہلے موجودہ حقائق کی نشاندہی کریں اور انہیں قبول کریں۔ دنیا کے دیگر بین الاقوامی کاسموپولیٹن شہروں کے لئے مقرر کردہ معیارات کے مطابق کراچی کی منصوبہ بندی ہوئی اور پروان چڑھایا گیا۔ یہ پاکستان کے دیگر شہروں سے نمایاں ہے کیونکہ ان کی نشوونما ان کی تاریخی جغرافیائی محل وقوع کے حساب سے ہوئی ہے جو مقامی کلچر کی عکاسی کرتی ہے۔ جبکہ کراچی ایک جدید اور زیادہ کشادہ معاشرے کا حامل ہے جہاں روایتی اور جدید رجحانات دونوں خوبی کے ساتھ موجود ہیں اس سلسلے میں سنگاپور اور کوالالمپور جیسے شہروں کی مثال دی جاسکتی ہے۔ کراچی میں حکام شہر کی آبادی کی بڑھتی ہوئی رفتار کا ساتھ دینے میں ناکام رہے ہیں اور حکومتی لیڈرشپ کی ضرورت آہستہ آہستہ کم اور پھر غائب ہوگئی تو مختلف کرداروں نے شہر پر قبضہ کر کے خلاء کو پر کردیا اور بہت تیزی کے ساتھ ایک زندگی سے بھرپور اور جدید شہر کو ہمارے دور دراز کے بقیہ علاقوں کی سطح تک پہنچادیا گیا۔

شہری بڑھوتری کو صحیح سمت کی جانب اور ایک مربوط انداز میں لے جانے کا حل ماسٹر پلاننگ میں ہے۔ ماسٹر پلان بنیادی طور پر ایک پالیسی دستاویز ہے جو موجودہ نقائص اور کوتاہیوں کو دور کرنے اور مستقبل کی شہری ضروریات کا بندوبست کرنے کے لئے عمل کی

شہری ترقی

> کراچی اپنے باسیوں کے معاشی فائدے کے لئے مواقع اور سمت مہیا کرنے اور عظیم معاشی افزائش اور پاکستان کے متحرک عوام کی فلاح و بہبود کے لئے قوت اور صلاحیت رکھتا ہے